مولانا ابوحمزہ حذیفہ وستانوی انڈیا

موجودہ اور آئندہ نسلوں کو الحاد و بے دینی سے کیسے بچایا جائے؟

اللہ رب العزت نے سورۂ یوسف میں ارشاد فرمایا:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۔

حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ جس کو قرآن نے خود احسن القصص کہا اور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن نے ایک ہی جگہ پر ترتیب کے ساتھ اگر کسی واقعہ کو ذکر کیا تو وہی ہے ورنہ دیگر واقعات کو مختلف مقامات پر حسب ضرورت وسیاق وسباق ذکر کیا اور قرآن کا یہ دستور اور طریقہ رہا کہ وہ قصص واقعات کو تمام جزئیات کے ساتھ بیان نہیں کرتا بلکہ واقعات کے ان پہلوؤں کو بیان کرتا ہے، جس میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی عبرت یا سبق ہو۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام ہی کے واقعہ کو لیجئے باوجود ترتیب ملحوظ رکھنے کے بہت سی جزئیات اور پہلوؤں کے ذکر کی قرآن نے ضرورت محسوس نہیں کی، لہٰذا معلوم ہوا کہ جو کچھ بیان کیا گیا، وہ امت کیلئے از حد ضروری اور مفید ہے۔ اب اسی کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے قصۂ یوسف علیہ الصلوۃ والسلام میں تاویل کے بعد تدبیر کو بیان کرنا یہ کہہ کر "فذروہ فی سنبلہ" اس میں یہ درس اور نصیحت پوشیدہ ہے کہ عالم اور فقیہ چوں کہ وارث انبیا ہیں، لہٰذا وہ صرف پیش آمدہ مسئلہ کا جواب ہی فراہم کر دیں اور یہ سمجھیں کہ میری ذمہ داری پوری ہوگئی صحیح نہیں، بل کہ مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اگر وہ حرام ہے تو تدبیر بھی بیان کریں کہ اس کا صحیح حل اصول فقہ وشریعت کی روشنی میں یہ ہے، تاکہ امت کو محرمات سے بچایا جا سکے، جب یوسف علیہ السلام ظاہری ہلاکت سے جس کو ہلاکت جسدی یا جسمی کہا جاوے بچانے کی تدبیر بیان کر رہے ہیں تو باطنی یعنی فکری واعتقادی ہلاکت سے بچانا بدرجۂ اولیٰ واجب اور ضروری ہو جاتا ہے، الحمدللہ ہمارے علماء نے اس ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا اور نبھا رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک نبھاتے رہیں گے۔

اسلام ایک کامل و مکمل دین ہے۔ دنیا میں پیش آنے والے ہر مسئلہ کا حل اور وہ بھی صحیح حل آپ کو شریعت

محمدیہ میں ضرور بالضرور حل جائے گا چاہے اس مسئلہ کا تعلق سیاست سے ہو معیشت سے ہو یا معاشرت سے یا زندگی کے کسی اور شعبہ سے ہو الحمد للہ چودہ سو سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے احوال زمانہ کتنی ہی کروٹ کیوں نہ بدلیں دنیا کتنی ہی سپر فاسٹ کیوں نہ ہو جائے انسان سیارہ ارض سے نکل کر کسی اور سیارہ پر بھی کیوں نہ پہنچ جائے مگر اسلام اور شریعت محمدیہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اس میں ہر زمانہ میں پنپنے کی طاقت ہے انقلاب دہر سے اس میں کسی طرح کی غلط تحریف اور ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں اور تا قیامت اس کی یہی کیفیت اور صورت حال رہے گی انشاء اللہ۔

امت محمدیہ صنعتی انقلاب کے بعد جن بہت سارے حالات سے دوچار ہوئی ان میں سے ایک سیکولر تعلیم یا انگریزی تعلیم بھی ہے۔ انگریز جس کو قرآن نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے تعبیر کیا ہے اسلام کا عدو مبین ہے، آغاز اسلام ہی سے وہ اسلام کے استحصال کی انتھک کوششوں میں مصروف ہے اولاً تو اس نے صاحب شریعت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، حبیب کبریا، سید الانبیاء، امام الاتقیاء، خاتم النبیین والمرسلین کو ابتدائی دور ہی میں قتل کرنے کی ناکام کوشش کی پھر اہل باطل کفار و مشرکین کے ساتھ مل کر بزور شمشیر مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے اور ان کو نیست و نابود کرنے کی تدبیر اور سازشیں رچیں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تو اس نے میدان کارزار کو چھوڑ کر ایک نئی سازش کا آغاز کیا اور وہ تھی مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے دور کر دیا جائے تا کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی مسلمان نہ رہیں جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد قبائل عرب کے ان لوگوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے کچھ مدت پہلے ہی اسلام میں داخل ہوئے تھے منع زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ سے انکار پر آمادہ کیا۔ یہ ضعیف الایمان نئے مسلمان ان کے جال میں پھنس گئے اور زکوٰۃ کا انکار کر بیٹھے مگر اللہ رب العزت بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے خلیفۃ الرسول بلافصل ابوبکر الصدیقؓ پر کہ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا انہیں سمجھایا اور ان سے جہاد کیا یہاں تک وہ اپنی اس حرکت سے باز آ گئے اور اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول ایمان میں ترمیم اور تبدیلی کے دروازے کو قیامت تک کے لیے بند کر دیا، ورنہ عیسائیت کی طرح اسلام کو بھی مسخ کر دیا جاتا اور آج تک پتا نہیں اسلام کی کیا صورت حال ہو چکی ہوتی۔ لیکن الحمد للہ ایک طرف اللہ کا وعدہ : إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ تھا اور دوسری طرف ہر زمانہ میں ایسے فتنوں کو کچلنے کے لیے ابوبکر کی غیرت اور حوصلہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی کھڑا ہوتا رہا اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اسلام کو نابود کرنے کی دوسری کوشش جھوٹے نبیوں کو کھڑا کرنا جیسے دور ابی بکر میں مسیلمہ ابن الحبیب کذاب، طلیحہ ابن خویلد الاسدی، اسود العنسی، سجاح بنت حارث، ذوالتاج لقیط ابن توریہ اللہ غریق رحمت فرمائے ابوبکر صدیقؓ، خالد ابن ابولید، عکرمہ ابن ابی جہل، مہاجر ابن ابی امیہ، خالد بن سعید، عمرو ابن عاص، حذیفہ ابن محصن، عرفجہ ابن ہرثمہ،

شرحبیل ابن حسنہ، معن ابن حاجز، سوید ابن مقرن، علاء ابن الحضرمی، عتاب ابن اسید زید ابن الخطاب، عتبہ ابن ربیعہ مجاعۃ ابن مرارۃ، براء ابن مالک، ثابت بن شماس، ضرار ابن ازو ابوقتادہ، حارث ابن ربعی، عکاشہ ابن محصن، سلیط بن قیس، معتصم ابن نویرہ، وحشی ابن حرب، ابودجانہ انصاری، ام عُمارہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو انہوں نے ان مدعیان نبوت کا قلع قمع کر دیا اور فتنہ ارتداد کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور اس طرح اسلام کو ختم کرنے کی، اہلِ کتاب کی اس سازش کو ناکام کر دیا، جو انھوں نے عیسائیت کی طرح اسلام پر آزمائی تھی۔ اللہ ہمارے ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ہمیں تہذیبی ارتداد کے اس دور میں ان کی سی ہمت عطا فرمائے اور ساتھ ساتھ کامیابی بھی جیسی آپ نے ان کو عطا کی اور ان کو اور ہم کو اس کا بہترین بدلہ اپنی رضامندی کی صورت میں عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

عمر ابن الخطاب اہل کتاب کی سازشوں کو خوب اچھی طرح جان چکے تھے، لہٰذا آپ نے ان کو جزیرۃ العرب سے باہر کر دیا جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو ابولؤلؤ مردود کے ذریعہ آپ کو شہید کروا دیا اور اب مطمئن ہو چکے تھے اور اسلام ختم کر دیا جائے گا مگر ان اللہ لایخلف المیعاد۔ یہ مسلمان کا عقیدہ ہے الحمدللہ تب بھی اسلام ختم نہیں ہوا اور اب بھی انشاء اللہ نہیں اور قیامت تک نہیں ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں نفاق کا لبادہ پہن کر انہوں نے پھر اسلام پر ایک زوردار حملہ کیا اور خوارج وروافض کو عبداللہ ابن سباء نے یہودیانہ افکار دے کر کھڑا کیا مگر الحمدللہ حضرت عثمان نے بھی جرأت واستقامت کا مظاہرہ کیا یہاں تک شہید کر دیئے گئے مگر اپنے موقف سے دست بردار نہ ہوئے اور امت کو درس دے دیا کہ صاحب حق جان تو دیدے مگر اپنے حق سے دست بردار نہ ہو۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً خوارج نے سر اٹھایا ان کو تو آپ نے مقام نہاوند پر اور مناظرات میں عبداللہ ابن عباس کے ذریعہ شکست فاش دی، ثانیاً روافض نے سر اٹھایا آپ نے ان کو بھی ملک بدر کر دیا، اور یوں امت کو درس دیا کہ دین اسلام میں کسی طرح کتر بیونت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور سختی سے ایسے مفرطین سے نمٹا جائے گا آپ کے بعد حضرت امیر معاویہ بھی ان سے ایسی سختی کے ساتھ پیش آتے رہے اور دین اسلام کو ہر طرح کی تحریف سے بچاتے رہے۔ فللہ الحمد علی ذالک!

پھر خلافت بنوامیہ کے دور عبدالملک میں قدریہ اور جبریہ نے سر اٹھایا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے لوگوں کو متنبہ کیا اور کہا یہ قدریہ مجوس ھذہ الأمۃ،اور ان سے کلام بھی ترک کر دیا اور ان سے برأت کا اعلان کر دیا انہیں ایام میں مرجئہ نے سر اٹھایا تو علماء نے کھل کر ان کی مخالفت کی اور ان کے مذہب کی تردید کی گویا اہل کتاب یہود ونصاریٰ

نے جب دیکھا کہ اسلام کو طاقت کے زور پر نہ دبایا جاسکتا ہے اور نہ ختم کیا جاسکتا ہے، تو پھر عقائد کو بگاڑنے کیلئے ان خود غرض اور جاہل لوگوں کو مختلف دعوی کے ذریعہ کھڑا کیا جب خلفاء اور امرائے قرنِ اول کے اواخر میں ان کی کثرت اور قرنِ ثانی کے اول میں ان کو خودرو پودوں اور بارشی مینڈھک کی طرح اُگتے اور ٹرٹر کرتے ہوئے دیکھا تو سخت نوٹس لیا اور ایسے ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ٹھان لی، لہٰذا جب بھی کوئی ایسی جسارت کرتا تو اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا چناں چہ جعد ابن درہم ؒ نے جب صفات خداوندی کا انکار کردیا تو خالد ابن عبداللہ قشیری نے اس کو قتل کردیا پھر جب جہم ابن صفوان نے قدر کا انکار کیا تو سلم ابن احوز نے اس کو قتل کردیا واصل ابن عطاء نے جب منزلة بين المنزلتين کی بات کہہ کر قدر کو آگے بڑھایا اور اعتزال کی بنیاد ڈالی تو حضرت حسن بصری نے اس کو اپنے حلقہ درس سے نکال دیا پھر مقاتل ابن سلیمان نے جب اللہ کے لیے تشبیہ کی بات کہی تو امام ابوحنیفہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا جانب مشرق سے دونا معقول و نامشروع رائے کہنے والے لوگ ہم تک پہنچے ایک تو جہم جس نے اللہ کو معطل کہا اور دوسرا مقاتل جو مشبہ نکلا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے منکر قدر غیلان سے مناظرہ کیا یہاں تک کے اس نے توبہ کرلی مگر آپ کے انتقال کے بعد پھر گیا تو اس کو ہشام ابن عبدالملک کے پاس لایا گیا، دوبارہ توبہ نہ کرنے پر قتل کردیا گیا، پھر ایک مدت کے بعد خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں اعتزال سر چڑھ کر بولنے لگا یہاں تک کہ ایوان خلافت تک پہنچ گیا اور مہدی اور مامون وغیرہ کے دور میں اسے حکومت کی سرپرستی حاصل ہوگئی مگر متوکل باللہ نے ان کو کچل کر رکھ دیا اور پھر وہ سر نہ اٹھا سکا۔ اس دور میں خاص مسئلہ خلق قرآن کا تھا، امام احمد ابن حنبل نے اس باطل نظریہ سے جم کر مقابلہ کیا، پھر ابن کلاب اور ابن کرام نے سر اٹھایا، اول الذکر سے امام احمد ابن حنبلؒ نے لوگوں کو دور رہنے کی تاکید کی اور ثانی الذکر کو نیشاپور کے امیر محمد ابن طاہر نے قید میں ڈال دیا۔ اس طرح امت ابتدائی دور ہی سے کذابوں، محرفوں اور فتنہ پروروں سے بچائی جاتی رہی۔ علما نے ایسے لوگوں کو نہ پہلے کبھی برداشت کیا نہ آج برداشت کرتے ہیں اور نہ آئندہ کبھی برداشت کریں گے۔ انشاءاللہ!

الحمدللہ قرن اول میں قرآن اور حدیث دونوں کو مدون کردیا گیا اور قرن ثانی میں فقہ اور اصول فقہ کو بھی مدون کردیا گیا قرن ثالث میں علم کلام اور عقائد اصول فقہ اسلامیہ پر کتابیں تصنیف کردی گئیں؛ اور اس طرح قیامت تک کے لیے امت نے ہر فتنہ سے نمٹنے کا سامان مہیا کرلیا۔ اور پھر ہر زمانہ میں علما اسلام قرآن، حدیث اور کتب عقائد اہلِ سنت والجماعۃ مثلاً عقیدہ الطحاویہ وغیرہ کے ذریعہ اہل باطل کا تعاقب کرتے رہے اور اب بھی کررہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے، انشاءاللہ۔

عقائد صحیحہ کی حفاظت میں جو علما پیش پیش رہے وہ یہ ہیں حضرت حسن بصری، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ، امام جریر طبری، امام اوزاعی، امام طحاوی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام قاسم ابن سلام، عبداللہ ابن محمد جعفی، عبداللہ ابن مسلم ابن قتیبہ، عثمان ابن سعید دارمی، عبداللہ الرحمٰن ابن ابی حاتم، ابوبکر ابن الاثرم، محمد ابن نصر، احمد ابن محمد ابن ہارون ابن خزیمہ، ابوبکر آجری، عبیداللہ ابن محمد ابن بطہ، محمد ابن اسحاق ابن مندہ، ابن ابی الزمنین، امام لکائی، امام غزالی، امام رازیؒ، امام عبدالکاہ ابن طارہ بغدادی، امام شہرستانی، امام ابن حزم، امام ابوالحسن الاشعری، امام محمد ابن محمد ماتریدی، امام اسفرائنی، امام توسی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ قاسم نانوتوی، علامہ اشرف علی تھانوی، علامہ یوسف لدھیانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد عثمانی، مفتی شفیع صاحب، مفتی محمد حسن امرتسری، علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ مناظر احسن گیلانی، علامہ حسین احمد مدنی، شیخ زکریا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ تعالیٰ، یہاں پر حصر مقصود نہیں صرف برسبیل تذکرہ چند علما کے نام تحریر کردیئے، ورنہ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ احاطہ دشوار ہے، اللہ اہلِ سنت والجماعت کے تمام حامیوں اور دفاع کرنے والوں کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور ہم کو بھی موت تک انہیں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

اسلام ایک ابدی مذہب ہے جسے صلیبی حملہ آوروں نے طاقت کے زور پر ختم کرنے کی کوشش کی جس کا آغاز اسلام کی آمد سے ہی ہو چکا تھا، خلافت عباسیہ کے دور میں اسلام پر تاتاری اور صلیبی طاقت کے ناامید ہونے کے بعد تیمور لنگ کو جو مذہباً شیعہ تھا عثمانیہ کے خلاف بھڑکایا، یزید کو شکست دے کر اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کو روکا گیا مگر محمد ابن الفاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا اور خیر امیر ھذہ الامۃ کے مصداق ٹھہرے۔ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف ان اہلِ کتاب کی پے در پے اتنی شکست ہوگئی تھی کہ اب یہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے قتال کے راستے کو چھوڑ کر فکری بربادی کا راستہ اپنایا، علوم عربیہ اسلامیہ کو حاصل کیا اس میں مہارت حاصل کی اور اسلام پر ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں اعتراضات اور شبہات کا ڈھیر لگا دیا۔ مسلمانوں نے انہیں پڑھا اور وہ دین سے دور ہونے لگے۔ پھر انہوں نے آزاد تحقیق کا ڈھونگ رچا کر بچے کھچے مسلمانوں کو اس میں پھنسایا اور یوں مسلمانوں کی بڑی تعداد اسلام سے دور ہوگئی۔ سترھویں صدی کے اواخر میں صنعتی انقلاب کا آغاز ہوا، سائنس اور علم جدید کے نام سے انہوں نے کالجز قائم کیئے نصاب میں الحاد اور بے دینی کا زہر بھر دیا۔ اور اسی نصاب تعلیم کی تکمیل کے ساتھ معاش کا مسئلہ جوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس پر ٹوٹ پڑے اور انیسویں صدی کے آنے تک مسلمانوں کا بڑا طبقہ دینی علوم کو خیرباد کہہ کر علم جدید کے پیچھے لگ گیا جس سے ان میں مذہبی بیزاری پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں نے اسلامی خلافت کے خلاف محاذ

آرائی کی جس کے پیچھے یہی سیکولر اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کارفرما تھا جو اہل کتاب یہود و نصاری کے دھوکے کا شکار ہو چکا تھا۔ دشمنانِ اسلام نے اسلام کو کمزور کرنے کے لیے سقوط خلافت کو ضروری تصور کیا اور بیسویں صدی کے آنے تک کمال اتاترک نے سقوط خلافت کا اعلان کردیا اور یہیں سے مسلمانوں کا تار و پود بکھر گیا جو اب تک ۸۴ سال کے بعد بھی بکھرا ہوا ہے۔ اگرچہ اب ایک بار پھر احیاء اسلام کی تحریکات دنیا کے ہر علاقہ میں کھڑی ہو رہی ہیں اور الحمدللہ کچھ حد تک کامیاب بھی ہو رہی ہیں مثلاً اخوان المسلمین متحدہ مجلس عمل وغیرہ اور دشمن کو ایک بار پھر یہ خدشہ ہونے لگا ہے کہ کہیں قیام خلافت کا واقعہ پھر رونما نہ ہو جائے

اللهم لاسهل إلا ما جعلته سهلاً و أنت تجعل الحزن سهلا إذا شئت لاإله إلا الله الحليم الكريم و الحمد لله رب العرش العظيم۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احیاء اسلام کی اس تحریک کو کیسے کامیاب بنایا جائے اور الحاد جواب کمر توڑ رہا ہے اور واپسی کا سائنس لیریاں اسی کو کیسے کیفر کردار پہنچایا جائے تو بندہ ناکارہ اور گنہ گار کے ذہن میں چند تجاویز اس سلسلے میں گردش کر رہی جو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ مسلمان اس پر توجہ دے کر غور و فکر کریں گے اور مل بیٹھ کر مناسب صحیح ہونے کی صورت میں اختیار کریں گے یا پھر معترف اور فکرمند متدین ذی استعداد نیک سیرت علما کی طرف رجوع کریں اور کوئی صحیح راہ تجویز کریں۔

ان كان فيه صواب فمن الله المومن و المعين أو ان كان خطأ فمن نفسي والله و رسوله بريئ مما أقول۔

امت مسلمہ کے لیے چند تجاویز:

عام حالات کے تناظر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پوری دنیا بے چین اور مضطرب ہے وہ سکون و اطمینان کی تلاش میں ہے اس لیے کہ مادہ پرست فتنہ نے انسانی زندگی کو زخموں سے چور چور کر دیا ہے نہ لوگوں میں مذہب کی اہمیت ہے نہ اخلاق کی بل کہ مختصر یہ ہے کہ انسانیت کا دور دور تک کوئی اتا پتا نہیں: اُولٰئک كالأنعام بَلْ هُمْ أضَل۔

یعنی جانوروں سے بھی بدتر حالت ہو چکی ہے ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم انسانیت کا ہاتھ تھامیں اور اسی کو صحیح سمت میں لے جائیں کیوں کہ ہمارا مقصد تخلیق ہی یہ بتایا گیا۔ قرآن کریم نے صاف اور واضح لفظوں میں کہہ دیا: كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر..... و لتكن منكم امة يدعون الى الخير يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر۔ یعنی اسی امت کی تخلیق ہی اس لیے عمل میں آئی کہ وہ لوگوں کے لیے نفع بخش ہو، اسی لیے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: خیر الناس من ینفع الناس تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دینا برائی سے روکنا اور ہدایت کی راہ دکھانا ہمارا فریضہ ہے، لہٰذا غور کرنا چاہئے کہ عالم انسانیت کو ظلمات سے نور کی طرف کیسے لایا جاسکتا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنی ہی خبر لینے کی ضرورت ہے کیوں کہ جب تک ہماری اپنی سیرت اسلامی اور ہماری صورت اسلامی صورت نہیں بن جاتی، ہم دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوسکتے آج کا مسلمان اسباب زوال کے پیچھے لگا ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ اسباب زوال نہیں سبب زوال یا ام الاسباب للزوال کو جاننے کی ضرورت ہے تو جان لو امت کی تنزلی کا سب سے بڑا اور اہم اگر کوئی سبب ہے تو وہ علماً و عملاً اسلام سے دوری۔ اسی سبب کو جاننے اور اس کو حل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اسی کو اقبال نے کہا۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلمان ہو کر ہم ذلیل و خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اکبر نے مسلمانوں کے گزرے ہوئے دور کو یاد کر کے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ ہوا نہ رہی وہ چمن نہ رہا وہ گلی نہ رہی وہ حسیں نہ رہے
وہ فلک نہ رہا وہ زمیں نہ رہی وہ مکاں نہ رہا وہ مکیں نہ رہے

عارف باللہ اکبر الہ آبادی نے ایک موقعہ پر مسلمانوں کو حق پر قائم رکھنے اور دشمن سے مرعوب نہ ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے کیا خوب کہا ؎

کہو کرے گا حفاظت مری خدا میرا رہوں جو حق پر مخالف کریں گے کیا میرا
خدا کے در سے اگر میں نہیں بیگانہ تو ذرّہ ذرۂ عالم ہے آشنا میرا
مری حقیقت ہستی مشت خاک نہیں بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا
غرور انہیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبر سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

حقیقتاً تو ہونا یہ ہی چاہئے کہ انسان مقصدِ زندگی کو سمجھ کر اسی کے حصول میں تن من دھن کے ساتھ مشغول ہو جائے اور مقصد زندگی کیا ہے جیسا کہ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا طاہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

تیری بندگی میری زندگی میری زندگی تیری بندگی

جس کو قرآن نے بیان کیا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ انسانوں اور جناتوں کو محض عبادت و بندگی ہی کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے، اگرچہ زندگی میں کچھ ضروریات کچھ لوازمات انسان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصل مقصد کو چھوڑ کر (یعنی عبادت الٰہی) انہیں خالی ضروریات میں ہمہ تن مصروف ہو جائے بیت الخلا ایک ضرورت ہے استنجاء کرنے کی بقدر ہی انسان اس میں ٹھہرتا ہے پھر وہاں سے نکل

آتا ہے وہی پڑاؤ نہیں ڈال دیتا ایسے ہی کھانا پینا رہنا سہنا کمانا فن سیکھنا سیر وتفریح کرنا سونا یہ سب بھی ضرورت ہے، لہٰذا بقدر ضرورت ان میں اپنا قیمتی وقت صرف کرے اور بقیہ وقت آخرت کا تصور مد نظر رکھتے ہوئے اس ابدی اور لافانی زندگی کی تیاری میں لگادے تاکہ اولئک ھم الفائزون اور اولئک ھم المفلحون کے زمرے میں داخل ہو جائے اور پروانہ رضاء الٰہی کو حاصل کر سکے، اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی تیاری میں مشغول ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اس تمہید کے بعد اب میں بتانا چاہوں گا کہ اصل میں تو یہ ہے کہ مسلمان کا نظر اور عمل یہ ہونا چاہئے کہ وہ دینی علم حاصل کرے، زیادہ نہیں تو بقدر ضرورت تو ضرور حاصل کرے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے مطابق وہ فرض ہے: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ یعنی ضروری علم دین کی تعلیم ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے اب ضروری علم دین کیا ہے تو سب سے پہلے بنیادی عقائد کا جاننا یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے مانند کوئی نہیں کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کر سکتی، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ ذات قدیم ہے، اس کی کوئی ابتدا نہیں، وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس پر کوئی فنا نہیں، اور اسی کی مشیت سے سب کچھ ہوتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں، زندہ ہے اس پر موت نہیں آئے گی، نظام عالم کو تھامے ہوئے ہے، غافل نہیں، نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ، وہی پیدا کرنے والا بغیر کسی حاجت کے وغیرہ وغیرہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ملائکہ اللہ کی پاکیزہ مخلوق ہیں، جنت وجہنم برحق ہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے، تمام آسمانی کتابیں برحق ہیں، تمام انبیاء برحق ہیں، تقدیر چاہے اچھی ہو یا بری منجانب اللہ ہے، برزخ برحق ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہوگا، میزان عدل قائم کی جائے گی اور جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تو ہوئے کچھ ضروری عقائد مسلمان پر دوسرا اہم فریضہ نماز ہے، لہٰذا مسائل نماز کا جاننا ضروری ہے، اگر مالدار ہے تو مسائل زکوٰۃ کا جاننا اگر حج فرض ہو جائے تو مسائل حج کا جاننا ضروری، مسائل صوم کا جاننا ضروری، اگر تاجر ہے تو مسائل تجارت کا جاننا ضروری، اگر اجیر ہے تو مسائل اجارہ کا جاننا ضروری، اگر نائی ہے تو حجامت کے مسائل جاننا ضروری، غرضیکہ عقائد نماز روزہ اور جس پیشہ سے مسلمان کا تعلق ہو اس کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، تاکہ حلال و حرام کے درمیان تمیز کر سکے زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ علم دین حتی المقدور خوب اچھی طرح معتبر علما سے معتبر کتابوں سے حاصل کرے؛ اب یہ ضروری علم کے حصول کا امکان کس طرح ہو؟

(۱) اولاً تو گھر کا ماحول دینی بنایا جائے گھر کا ہر فرد فرائض وواجبات کا مکمل اہتمام کرے تاکہ بچوں پر بھی اس کا اثر ہو، کیوں کہ ماحول ہی انسان کو نیک اور بد بنانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے مغرب کی اندھی اور گمراہ کن تقلید کو ترک

کردیا جائے، فیشن زدہ زندگی سے توبہ کی جائے، اور سادہ اسلامی زندگی اپنائی جاوے، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو سی ڈی پلیر وغیرہ کو گھر میں نہ بسایا جائے انشاء اللہ گھر کا ہر فرد صحیح فکر اور صحیح عقائد کا حامل ہو جائے گا۔

(۲)　دوسرا نمبر جب بچہ بولنے لگے تب ہی سے اللہ و رسول، بسم اللہ، الحمد للہ، ماشاء اللہ، انشاء اللہ، السلام علیکم، جزاکم اللہ، اور ہر موقعہ کی ادعیہ ماثورہ کی اس کو تعلیم دی جائے، اور Good Morning وغیرہ کی تعلیم سے اجتناب کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیمات کا وہ بچپن ہی سے عادی بن جائے بعد میں اس کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔

(۳)　جب بچہ تین چار سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دینی تعلیم کا نظم کیا جائے اگر قریب میں مکتب ہو تو اس میں پورے اہتمام کے ساتھ بھیجا جائے ورنہ گھر پر ہی کسی عالم دین کے ذریعہ دینی تعلیم کا نظم کیا جائے جس سے اس کو احسن القواعد، نورانی قاعدہ، اردو کا آسان قاعدہ، دینی تعلیم از مفتی کفایت اللہ صاحب یا اسلامی تعلیم یا تعلیمات اسلامیہ از مولانا مسیح اللہ خان صاحب، بہشتی ثمر از حضرت تھانوی، تقویۃ الایمان از شاہ اسماعیل شہید، اسلام کیا ہے؟ از مولانا منظور نعمانی، عقائد الاسلام از مولانا عبدالحق حقانی یا عقائد اسلام از مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی، دین وشریعت از مولانا منظور نعمانی، جیسی اہم اور بنیادی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھادی جائیں، تاکہ اس کا مزاج دینی بن جائے۔ ناظرہ مکمل صحت و تجوید کے ساتھ پڑھا دیا جائے اور بچہ کی خوب نگرانی کی جاوے کہ کہیں وہ کسی غلط صحبت میں نہ پڑ جائے، اور بری عادتیں اس میں نہ سما جائیں، فلم بینی گٹکھا خوری میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۴)　جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو کسی بزرگ کی خدمت میں گاہے گاہے لے کر حاضری دیا کریں تاکہ ان کی صحبت اور دعاؤں سے شرور وفتن سے محفوظ رہے اور ان کی توجہات سے دین پر ثابت قدم رہے کوئی سوال ذہن میں گردش کرے تو پوچھ لیا کرے، اور اس حاضری کا اہتمام کرے ایسے ہی بزرگ کی خدمت حاضری دے جو مکمل دین کے پابند ہوں بدعات وخرافات کی تائید یا پیروی نہ کرے، ورنہ آپ بھی حسن نیت کے باوجود گمراہ ہو جائیں گے۔

(۵)　گھر میں کسی دینی کتاب کی تعلیم کا اہتمام کیا جاوے مثلاً فضائل اعمال از شیخ زکریاؒ، سیرت خاتم الانبیاء از مفتی شفیع، سیرت مصطفیٰ از علامہ ادریس کاندھلوی، اسوۂ رسول اکرم از ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ، سیر الصحابہ، اصلاحی خطبات از علامہ تقی عثمانی، معارف الحدیث از مولانا منظور نعمانی، معارف القرآن از مفتی شفیع صاحب، تفسیر عثمانی از علامہ شبیر احمد عثمانی، تاریخ اسلام از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، معمولات نبویؐ از مولانا سراج الحق مچھلی شہریؒ تاکہ ایمان و یقین میں تازگی پیدا ہوتی رہے، اور الحاد و بے دینی سے پورا گھر محفوظ رہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ ان پانچ امور کے اہتمام سے پورا معاشرہ اصلاح اور صراط مستقیم پر آ سکتا ہے، اور دینی بیزاری

کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے اور قیادت وسیادت عالم ایک بار پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آسکتی ہے اور ساری انسانیت چین وسکون کا سانس لے سکتی ہے، کیونکہ دور حاضر کی سب سے بڑی مصیبت ہی بے دینی اور فسق وفجور ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے عصری تعلیم کے حصول کا کیا حکم ہے؟ تو اولاً تو یہ جان لینا چاہئے کہ ہمارا دین مقدم پھر سب کچھ کیوں کہ دین ہوگا تو سب کچھ ملے گا دین نہ ہوگا، تو کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ترکی، ۱۹۲۳ء سے سیکولرزم کی راہ پر چلا، اور دین کو زندگی سے بے دخل کر دیا۔ اور یہ کیوں؟ تاکہ ترقی حاصل ہو جائے (العیاذ باللہ) اتاترک کی نظر میں دین ہی اصل رکاوٹ ہے۔ ذرا سوچئے، ۸۴ رسال ہو چکے کیا ترکی ترقی کرسکا؟ جواب ہوگا نہیں۔ اس لیے دین اسلام سے بغاوت کبھی ترقی کی راہ پر نہیں لاسکتی اور یہی حال دنیا کے دوسرے اسلامی ممالک کا ہے مگر اب بھی سمجھ میں آتا نہیں۔

اللھم وفق ولاۃ امور المسلمین بالقول و الفعل و العمل لما تحب و ترضی انت یاربنا۔

مسلمانوں کے مغربی عصری علوم کی طرف میلان کی تاریخ کا آغاز، ۱۶۹۹ء سے ہوتا ہے یعنی آج سے تقریباً تین سو آٹھ سال پہلے اور یہ میلان دشمنانِ اسلام کی ایک سازش کی تحت تھا تاکہ علوم عصریہ میں مشغول کر کے ان کو دین سے غافل کر دیا جائے اور جب دین سے یہ غافل ہو جائیں گے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہو جائیگا، اور ہوا بھی ایسا ہی کہ تھوڑے ہی پیمانہ پر انہیں کامیابی ضرور ملی، لیکن اس وقت کے علمانے بہت کوشش کی جسکے نتیجے میں الحمدللہ انہیں مکمل کامیابی نہ مل سکی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دین الحمدللہ اپنی تمام صحیح تعلیمات کیساتھ ایک طبقہ میں موجود ہے مگر جب عصری تعلیم کے حصول کے رجحان سے مسلمانوں کو مکمل طور پر نہ روکا جاسکا تو علمانے اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ تم شوق سے عصری تعلیم حاصل کرو مگر اسلامی ضروری تعلیم کے ساتھ جس کیلئے باقاعدہ طور پر مکاتب اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی وجہ سے الحمدللہ امت کو بہت نفع ہوا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد کفر وشرک، الحاد وزندقہ سے محفوظ ہوتی چلی آرہی ہے، مسلمان والدین اور فکر مند لوگوں کو اسی نظام کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

مگر جب فکر مند علمانے دیکھا کہ امت کا بڑا طبقہ مکاتب اسلامیہ سے بھی غفلت برت رہا ہے، جس کی وجہ سے دین کی بالکل بنیادی باتوں سے ناواقف ہوتا چلا جارہا ہے، اور دوسری طرف دشمنانِ اسلام نے نصاب ایسا مرتب کیا ہے کہ دین سے کورا مسلمان اس کے جال میں پھنس کر دین سے بیزاری کا اعلان کر دیتا ہے اور اسکولوں کا ماحول بھی ایسا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے، تو علمانے نصاب بدلنے کی کوشش شروع کر دی اور حکومت کی سطح پر جبریہ تعلیم کی مخالفت کی، جس میں کامیابی نہ مل سکی، تو اب ان کے سامنے یہی راستہ بچ گیا کہ جب ڈگریاں حاصل کرنے کا بھوت سوار ہو چکا ہے اور سیلاب تھامے نہیں تھمتا تو ''عصری تعلیم دینی ماحول'' میں حاصل کرنے کی راہ اپنائی جائے اور انہیں بتایا جائے کہ اس سیلاب میں کونسا زہریلا مادہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ نصاب ہی طرح بل کہ اس

سے کچھ زائد مہلک مرض ماحول سے پیدا ہوتا ہے کم از کم بے دینی کے ماحول سے مسلمانوں کو بچالیا جائے، تو اس سے توقع ہے کہ نصاب تعلیم سے پیدا ہونے والے زیر یلے اثر کی طرف بھی نشاندہی ہو سکے گی اور اس کے متعدی فساد کو روکا جاسکے گا۔ تعلیمی ماحول کس قدر مؤثر رول ادا کرتا ہے اس کے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''بڑا سبب وہ کالجوں کا لادینی ماحول ہے جس میں ہماری نئی نسل پلتی اور ڈھلتی ہے، جس کی وجہ سے قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عظمت ومحبت باقی نہیں رہتی، جو ایمان کے لیے ضروری ہے''۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثانی صاحب فرماتے ہیں: ''مسلمان تعلیمی ادارے خود قائم کریں اور بچوں کو ابتدا ہی سے دینی ماحول فراہم کیا جائے، یہ مسلمانوں کی موت اور زندگی کا مسئلہ ہے''۔

اسی طرح سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نظام تعلیم وتربیت میں ارشاد فرمایا:

''مسلمانوں کے اپنے ذاتی کالجز اور ہاسٹیل ہونے چاہئیں''۔ (پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم تربیت)

عارف باللہ قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اجل الشیخ اسعد اللہ صاحبؒ کا بھی رجحان یہ تھا کہ مسلمانوں کے اپنے کالجز اور ادارے ہونے چاہئیں، تاکہ نسل کو الحاد سے بچایا جائے جس میں ماحول پورا اسلامی ہو۔

یہ تھی اکابرین امت کی رائے اس سے پہلے بھی بتایا جاچکا کہ مسلمان کیلئے دین بہت اہم بلکہ سب سے اہم ہے سب کچھ برداشت ہوسکتا ہے، مگر دین میں نقص برداشت نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے، اور اپنے بچوں کو عیسائی مشنری یا کسی دوسرے غیر مسلم اداروں میں تعلیم دینے کے بجائے اسلامی ماحول والے اداروں ہی میں تعلیم کا نظم کرنا چاہیے۔ ورنہ مسلمان کے لیے ڈگریاں اور عہدے سب کچھ دین کے ضائع کرنے کے ساتھ بے سود اور بیکار ہے کیوں کہ آخرت کا خسارہ یہ بڑھا ہوا ہے دنیا کے مقابلہ میں۔ دنیا نہ کما سکے اور مرگئے تو کوئی حرج نہیں مگر دنیا مل جائے اور دین جاتا رہے، یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ تو کوئی ایسا ہی ہوگا جیسے قرآن نے کہا ہے: "أولئک الذین اشتروا الحیاۃ الدنیا بالآخرۃ"۔ یعنی ان لوگوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں خرید لیا۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ جان چلی جائے مال جائے، مگر دین کسی صورت میں نہیں جانا چاہئے۔

اب ذمہ داری آتی ہے ان مسلمان رہنماؤں پر جو اس طرح دینی ماحول میں دنیا کی تعلیم کا نظم قائم کریں تو کن چیزوں کا خیال کریں اور خود کیسے ہوں۔

(۱) اولاً تو ذمہ داروں کا طور وطریق رہن سہن بول چال نشست وبرخواست لباس وغیرہ سب کچھ مکمل اسلامی ہو اور دین کا کافی وشافی علم انکے پاس ہو ساتھ ہی ساتھ دینی حمیت وغیرت ان کی طبیعتوں کا لازمہ ہوتا کہ وہ نوجوانوں کی صحیح تربیت کی فکر کریں اور کالجز کے ماحول کو غیر اسلامی امور سے محفوظ رکھیں اور مداہنت فی الدین کا مظاہرہ نہ کریں۔

(۲) طلبہ کیلئے دینی تعلیم کے حصول کا انتظام کریں تا کہ وہ دین کا ضروری علم جو حاصل کرنا تھا نہیں کر سکے اب اسے حاصل کرلیں اور قرآن کی تلاوت سیکھ لیں۔

(۳) ہاسٹل میں نمازوں کا انتظام کریں اور اس کی پوری نگرانی رکھیں تا کہ طلبا کسی غیر اسلامی، بددینی کے شغل میں نہ پھنسنے پائیں۔

(۴) کالجز میں ہفتہ میں ایک یا دو ایسے لیکچر کا انتظام کریں جس میں نصاب میں سموئے ہوئے زہر سے طلبہ کو متنبہ کیا جائے مثلاً بتایا جاوے کہ نظریہ ارتقاء اور ڈارونیت کوئی چیز نہیں یہ باطل اور گمراہ کن عقیدہ ہے دین کی زندگی میں کیا اہمیت ہے عقل نقل اور سائنٹیفک انداز میں یہ چیزیں طلبہ کے سامنے بیان کیا جائے۔

(۵) طلبہ پر محنت کی جائے کہ وہ تبلیغی جماعت میں حصہ لیں تا کہ ضروریات دین کے ساتھ سنن وغیرہ کا علم اور اس پر عمل کرنے کا موقع میسر آوے۔

(۶) وقفہ وقفہ سے بزرگان دین کو بلا کر ان کے درمیان بیانات کا انتظام کریں تا کہ یہ دینی بیانات ان کے اندر دین کی چاشنی اور لذت پیدا کرے۔

(۷) اولاً حکومت سے مطالبہ کرے کہ وہ مخلوط تعلیم کے بجائے الگ الگ تعلیم کی اجازت دے اور اگر حکومت نہ منظور کرے تو پردہ کا اہتمام کیا جائے اور لڑکیوں پر دین کی محنت کی جائے۔

نوٹ: مسلمان والدین کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ بچیوں کو عصری تعلیم زیادہ دینے کی ضرورت نہیں، لکھ پڑھ لے کافی ہے۔ ہاں! دینی تعلیم کا علم ضرور دینا چاہئے، اور اس کے لیے ''مومنہ کورس'' کا آغاز کرنا چاہئے، جس میں عقائد اور عورتوں کے ضروری مسائل اور طریقہ تربیت اولاد پڑھا دیا جائے اور بس جو اسلامی ادارے کالجوں میں داخلہ دے رہے ہیں ان کے سامنے جو بھی مجبوری ہو لیکن انہیں یہ سوچ لینا چاہئے کہ اپنے جگر گوشوں کے دین واخلاق کی حفاظت کا انہوں نے کیا بندوبست کیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ موجودہ وآئندہ نسل کے ایمان وعمل اور ان کے اخلاق وتہذیب کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ جس کے بارے میں کل اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے، ورنہ کل قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے